حرفِ آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰

شاد گویم کہ بتوفیق خداوند جہان + بر سر نامہ ز توحید نوشتم عنوان [1]

الحمدللہ اپنے نامور صاحبانِ قلم اسلاف کی روش پر قائم رہتے ہوئے جو نظم و نثر سے متعلق اپنے تمام مجموعوں اور تصنیفات و تالیفات کو حمد و ثنا اور نعت و منقبت سے شروع کرنے کی خوبصورت روایت کے حامل تھے اس ابتدائیہ کی ابتداء خالقِ ارض و سماء اور مالکِ کون و مکاں کی بے شمار تعریف و توصیف ، بے حساب تحمید و تقدیس اور بے انتہا عاجزی و شکر گزاری سے کرتا ہوں جو اپنے بندوں کے حال پر ان کی ماؤں سے ستر گنا زیادہ شفیق و مہربان ہے اور جس کے بے پایاں لطف و کرم سے میں یہ سطور لکھنے کے قابل ہوا اور لاکھوں لاکھ درود و سلام بھیجتا ہوں اس ذاتِ قدسی الصفات فداہُ ابی و امی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جس کی ولادت باسعادت نے جہالت کی تاریکیوں کو ہدایت و سعادت سے بدل دیا ، فقرائے امت کے سینوں میں علم و عرفان کی شمع فروزاں کی اور جاں نثاران فدایانِ محمدؐ کی جوتیوں کے صدقے میں مجھ ناخلف ناشناس کو بھی لب کشائی کی جرأت نصیب ہوئی ۔

الحمدللہ ماہ ربیع الاول سن ۱۴۲۰ھ مطابق جون ۱۹۹۹ء میں مجھ بے بضاعت کو اپنی تمام تر کوتاہی عمل اور کم مائیگی علم کے باوجود زیر نظر سطور مکمل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ دراصل اسلامی کیلنڈر کا یہ اہم مہینہ اس مبارک و مسعود تاریخ ، اس عظیم واقعہ کی یاد دلاتا ہے جس کی بابت علامہ شبلی رقم طراز ہیں :

"چمنستان دہر میں بارہا روح پرور بہاریں آچکی ہیں ۔ چرخ نادرہ کار نے کبھی کبھی بزم عالم اس سرو سامان سے سجائی ہے کہ نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئی ہیں لیکن آج کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس کے انتظار میں پیر کہن سال دہر نے کروڑوں برس صرف کردئے ۔ سیارگان فلک اسی دن کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے ۔ چرخ کہن مدت ہائے دراز سے اسی صبح جاں نواز کے لئے

---

[1] مثنوی قران السعدین ــــ امیر خسرو
سب سے پہلی مثنوی ۶۸۸ھ میں بعمر ۳۶ سال لکھی گئی ۔ امیر خسرو کی ۹۲ کتابوں میں سے اس کو شہرت حاصل ہے
بحوالہ شعر العجم حصہ دوم ــــ مولانا شبلی نعمانی ص ۱۲۳ ــ ۱۲۵

لیل و نہار کی گردشیں بدل رہا تھا۔ کارکنانِ قضا و قدر کی بزم آرائیاں، عناصر کی جدت طرازیاں، ماہ و خورشید کی فروغ انگیزیاں، ابر و باد کی تردستیاں، عالمِ قدس کے انفاسِ پاک، توحیدِ ابراہیم، جمالِ یوسف، معجزہ طرازیِ موسیٰ، جان نوازیِ مسیح سب اسی لئے تھے کہ یہ متاع ہائے گراں ارز شاہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں کام آئیں گے ـــــ آج کی صبح وہی صبح جاں نواز، وہی ساعت ہمایوں، وہی دورِ فرخ فال ہے۔ اربابِ سیر اپنے محدود پیرایۂ بیان میں لکھتے ہیں کہ آج کی رات ایوانِ کسریٰ کے ۱۴ کنگورے گر گئے، آتش کدۂ فارس بجھ گیا، دریائے ساوہ خشک ہو گیا لیکن سچ یہ ہے کہ ایوانِ کسریٰ نہیں بلکہ شانِ عجم، شوکتِ روم، اوجِ چین کے قصر ہائے فلک بوس گر پڑے۔ آتش کدہ فارس نہیں بلکہ جحیمِ شر، آتش کدۂ کفر، آذر کدۂ گمرہی سرد ہو کر رہ گئے، صنم کدوں میں خاک اڑنے لگی، بت کدے خاک میں مل گئے، شیرازۂ مجوسیت بکھر گیا، نصرانیت کے اوراقِ خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے ـــ توحید کا غلغلہ اٹھا، چمنستانِ سعادت میں بہار آ گئی، آفتابِ ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں، اخلاقِ انسانی کا آئینہ پرتوِ قدس سے چمک اٹھا یعنی یتیمِ عبداللہ، جگر گوشۂ آمنہ، شاہِ حرم، حکمرانِ عرب، فرماں روائے عالم، شہنشاہِ کونین عالمِ قدس سے عالمِ امکان میں تشریف فرمائے عزت و اجلال ہوا۔" اللھم صلّ وسلم علیہ [2]

یہ مقالہ ۶ ابواب اور کتابیات پر مشتمل ہے :

○ پہلا باب معارف کے پس منظر کے تاریخی جائزے کو پیش کرتا ہے۔

جس میں نہ صرف یہ کہ برصغیر میں مسلمانوں کے دورِ انحطاط کے اسباب و عوامل کا جائزہ لیا گیا ہے بلکہ زوال و انحطاط کے نتیجے میں فاتح قوم نے اپنی فطری مکاری و عیاری سے کام لیکر اور مفتوح قوم کے ساتھ دیرینہ دشمنی اور بغض و عداوت کی بنا پر منظم منصوبے کے تحت اور مخصوص حکمتِ عملی کو بروئے کار لاکر اسے صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے تعلیمی اور ثقافتی سطح پر جو کوششیں کی تھیں اور نتیجے کے طور پر مفتوح قوم کے دانشوروں نے جس طرح مدافعانہ کارروائی کے طور پر موافقت یا

---

[2] ذکر ولادت باسعادت حضور خیر الانام ﷺ ماخوذ از سیرت النبی حصہ اول ـــ علامہ شبلی نعمانی
ص ۱۱۴

مخالفت کا رویہ اپنایا تھا اس ضمن میں جائزے پیش کئے گئے ہیں ۔ یہ مقالے کے عنوان سے ہٹ کر کوئی چیز نہیں بلکہ اس کا ایک اہم اور ضروری حصہ ہے یعنی اس کے سیاق وسباق پر روشنی ڈالنے والا اور اس کے بنیادی وجوہات کی وضاحت کرنے والا ہے ۔ اس لئے کہ جب تک کسی تحریک کے پس منظر میں ابھرنے والے اسباب و عوامل ہی کو صحیح طور پر سمجھا نہ جا سکے گا اس تحریک کے خط و خال کو کیونکر نمایاں کیا جا سکتا ہے ۔ ہماری بنیادی طور پر اس بات کو سمجھنا چاہے گا یا اس کے لئے بنیادی طور پر سمجھنا ضروری ہوگا کہ آخر وہ کون سے حالات اور مسائل تھے جن سے نپٹنے کے لئے تصنیف وتالیف کے لئے ایک ادارہ کی بنا و قیام اور اس کے پیغام کے ناشر و نقیب کی حیثیت سے ایک مجلہ کی نشر و اشاعت کی ضرورت پیش آئی تھی جو قومی بیداری کی ضروریات کو پورا کرنے میں اپنا منفرد و مخصوص کردار ادا کر سکے ۔ اور چونکہ حالات و مسائل کسی قدر بدلی ہوئی صورت میں آج بھی اس مفتوح و مجبور قوم کے سب حال قائم ہیں بلکہ پہلے کی بہ نسبت زیادہ پیچیدہ و سنگین نوعیت اختیار کر چکے ہیں اس لئے آج بھی مذکورہ ادارہ کو قائم رکھنے اور مذکورہ مجلے کو جاری کرنے کا جواز کیونکر موجود ہے اور ان کی ضرورت واہمیت کو آج بھی حسب سابق کیوں محسوس کیا جاتا ہے ۔

○ دوسرا باب ادارہ دارالمصنفین اور اس کے نقیب و ترجمان مجلہ معارف کا تفصیلی تعارف پیش کرتا ہے ۔ اس ضمن میں سب سے پہلے دارالمصنفین کے موسس علامہ شبلی نعمانی کی سیرت و خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔ اس کے بعد دارالمصنفین کے منتظمین اور رفقاء کا تعارف کرایا گیا ہے خاص طور پر اہم ناظم اعلیٰ و مدیران معارف (سید سلیمان ندوی + شاہ معین الدین احمد ندوی + سید صباح الدین عبدالرحمن + مولانا ضیاء الدین اصلاحی) اور اہم معاون مدیر معارف (مولانا عبدالماجد دریابادی + ریاست علی ندوی + شاہ معین الدین ندوی + مولانا عبدالسلام قدوائی) اور اہم منتظمین واراکین (مولانا حمید الدین فراہی + مولانا مسعود علی ندوی + مولانا عبدالسلام ندوی + مولانا سید ابوالحسن علی ندوی) کی سیرت و کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔
اس کے بعد دارالمصنفین کے قیام کے اسباب اور دارالمصنفین کی تشکیل کے منصوبے اور مقاصد کی تفاصیل پیش کی گئی ہیں اور دارالمصنفین کے اراکین مجلس انتظامیہ اور دارالمصنفین کے شعبہ جات

کا تعارف پیش کیا گیا ہے ۔ اس کے بعد دارالمصنفین کے خصوصیات پر روشنی ڈالی گئی ہے اور دارالمصنفین کے قدردانوں کا جائزہ لیا گیا ہے ۔ پھر معارف کے اجراء سے متعلق ضروری باتیں عرض کی گئی ہیں اور معارف کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔ آخر میں معارف کی خوبیوں کو بیان کیا گیا ہے اور معارف کے حق میں معاصرین کی آراء کو پیش کیا گیا ہے ۔

o تیسرے باب میں معارف کی علمی و ادبی نگارشات کا جائزہ لیا گیا ہے اور صحافت سے متعلق شذرات و وفیات کو موضوع بحث بنایا گیا ہے ۔ اس کے بعد معارف کی شعروشاعری کا جائزہ پیش کیا گیا ہے اور سب سے آخر میں معارف کے مستقل ابواب پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔

o چوتھے باب میں معارف کی ادارت کے اہم ادوار کی نشاندہی کی گئی ہے ، پھر مرتبین معارف کے محاسن و خصوصیات پر ایک نظر ڈالی گئی ہے بالخصوص معارف کے مدیر اول کی شخصیت اور کارناموں کا مفصل جائزہ پیش کیا گیا ہے ۔ اس کے بعد معارف کے چاروں ادوار کے مضمون نگاروں کا جائزہ اور آخر میں معارف کے کچھ اہم مضامین کا جائزہ پیش کیا گیا ہے ۔

o پانچویں باب میں معارف کے شذرات و وفیات کی خوبیاں اور جھلکیاں پیش کی گئی ہیں ۔ شذرات و وفیات کے مرتبین یعنی مدیران معارف کے تعارفی خاکے کو پیش کرنے کے بعد شذرات و وفیات کی تفصیلی درجہ بندی محاسن کی نشاندہی کے ساتھ چاروں ادارتی ادوار سے متعلق کی گئی ہے اور انھیں چار ادوار میں بانٹ کر ضروری وضاحتیں اور مثالیں پیش کی گئی ہیں ۔

o چھٹے باب میں معارف کے طرز فکر اور انداز بیان کو پیش کیا گیا ہے ۔ اس ضمن میں پہلے تو معارف کے مشاہدات و تجربات اور فکر و نظر کا تاریخی پس منظر پیش کیا گیا ہے ، پھر معارف کے موقف و مقصود اور کارنمایاں پر روشنی ڈالی گئی ہے ، پھر معارف کے نقطۂ نظر اور علمی استعداد کا جائزہ لیا گیا ہے ، پھر ملی مسائل کے ضمن میں معارف کے نقطۂ نظر کی وضاحت کی گئی ہے ۔ آخر میں معارف کی زبان دانی سے لطف اندوز ہونے کے مواقع فراہم کئے گئے ہیں ۔

عام طور پر ابواب کو پانچ پانچ اجزاء میں تقسیم کیا گیا ہے اور ان سے متعلق ضروری تفصیلات اور جائزے پیش کئے گئے ہیں ۔ ان میں مذکور متعلقہ اشخاص کی بابت حتی الامکان مختصر سوانح پر مشتمل روداد پیش کی گئی ہے ۔ ضرورت پڑنے پر کسی قدر تفصیل سے ورنہ عموماً اجمالی طور پر ۔ ان میں مختلف عہد و ماحول کو بھی پیش کیا گیا ہے اور ان سے متعلق جذبات و احساسات، افکار و خیالات، رجحانات و نظریات کی عکاسی بھی کی گئی ہے ۔ نگارشات و تخلیقات سے متعلق ضروری نشاندہی، اشارات و حوالہ جات پیش کئے گئے ہیں، فنی نکات کو زیر بحث لایا گیا ہے، اصناف سخن پر اظہار خیال کیا گیا ہے وغیرہ ۔

حرف آخر میں فنی اعتبار سے چند ضروری باتیں عرض کی گئی ہیں اور عمومی جائزہ پیش کیا گیا ہے نیز معارف کی علمی و ادبی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے ۔

ہم نے اپنے موضوع کے سلسلے میں مروجہ اور معروف طور طریقوں کے ساتھ ساتھ تلاش و تکنیک کی نئی قدروں کو اور اخذ و ماخذ کی نئی تزئین کو بھی صفحۂ قرطاس کی زینت بنانے کی جرأت کی ہے تاکہ جدت و ندرت بھی برقرار رہے اور امتزاج اور تنوع سے بھی ناطہ قائم رہے ۔ اقتباسات کو ہم نے کہیں بہت مختصر اور برائے نام اور کہیں تفصیلی بھی رکھا ہے اس لئے کہ تحقیقی مراحل کو طے کرنے کے لئے ایسی ہی ضرورت محسوس ہوئی ۔

اپنے مذکورہ تحقیقی کاموں کے دوران ہمارے پیش نظر مولانا شبلی کا یہ قول رہنما ثابت ہوا[3] ”چیونٹیوں کے منہ سے شکر کے دانے چن چن کر مٹھائیاں تیار کرنے سے کم مشکل کام تحقیق کرنا نہیں ہے“ سید سلیمان ندوی کا یہ قول بھی ہمارے پیش نظر رہا[4] ”ہمارے Ph.D حضرات زندگی میں صرف ایک مقالہ لکھتے ہیں اور ساری عمر اس کو چوستے چاٹتے رہتے ہیں ۔ حالانکہ Ph.D ہونا صرف اس بات کی سند ہے کہ تم تحقیق کر سکتے ہو، محقق نہیں ہو۔“

اپنے موضوع ”معارف کی علمی و ادبی خدمات“ کے ضمن میں رسالہ معارف کی اب تک کی مدت حیات 83 سال (از ابتداء تا حال یعنی جولائی 1916ء مطابق رمضان المبارک 1334ھ تا جون 1999ء مطابق ربیع الاول 1420ھ) ہمارے پیش نظر ہے اور اس دوران

---

[3] + [4] سید سلیمان ندوی علالت سے وفات تک — سید ابو عاصم ایڈووکیٹ معارف سلیمان نمبر،

معارف کے شماروں کی تعداد 996 یعنی تقریباً ایک ہزار ہوتی ہے جو ہماری تحقیق کا نشانہ ہے۔ سلسلہ معارف کے مطالعہ کے لئے ہمیں ادارہ دارالمصنفین کے کتب خانہ سے رجوع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی جس کے لئے ہم اس ادارہ کے شکر گزار ہیں اور جہاں معارف کے سابقہ شمارے مخصوص جلد بندی کی صورت میں محفوظ ہیں جن کی ترتیب اس طور پر ہے :

معارف کی پہلی جلد جولائی 1916 تا جون 1917
دوسری جلد جولائی 1917 تا جون 1918
تیسری جلد جولائی 1918 تا جون 1919

یعنی ابتدائی تین سالوں تک بارہ بارہ شماروں کی 3 جلدیں

اس کے بعد جولائی 1919 تا دسمبر 1919 = 6 شماروں پر مشتمل ایک جلد

اور پھر ہر دو جلد برابر ایک سال۔ گویا جولائی 1919 تا جون 1999 = 160 جلدیں

∴ کل میزان جولائی 1916 تا جون 1999 = 163 جلدیں
(مدت 83 برس)

3 جلدیں بارہ بارہ شماروں پر مشتمل (مدت 3 برس)
160 جلدیں چھ چھ شماروں پر مشتمل (مدت 80 برس)

معارف پر علمی ادبی صحافتی لسانی میدانوں میں کسی بھی تحقیقی کام کے سلسلے میں یا تو 83 برس کی مدت کے دوران 996 جریدوں کو کھنگالنا ہوگا یا مختلف اشخاص کے ذریعہ ترتیب دئے ہوئے معارف کے نامکمل اشاریوں کی مدد سے مطلوبہ موضوع پر نگارشات کا مطالعہ کرنا یا اس سے واقفیت حاصل کرنا ہوگا۔ ساتھ ہی ساتھ دارالمصنفین اور صاحبان دارالمصنفین، معارف اور صاحبان معارف سے متعلق جتنی کتابیں اور مقالے رسائل دستیاب ہو سکتے ہیں اور جن کی تعداد کا تعین نہیں کیا جا سکتا مطالعہ کرنا ہوگا ــ اس لئے کہ ہر شخص کی پیاس اپنے ظرف اور ذوق کے مطابق بجھتی ہے تاکہ اس کے نتیجے میں جو گوہر مقصود حاصل ہو وہ آئندہ اس عمل میں کوشش و محنت کرنے والوں کے لئے زاد راہ بن سکے۔ اس لئے کہ بقول ڈاکٹر عابد رضا بیدار "آدمی جتنی حقیقتوں کو پالے اس کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ بنی نوع انسان کے لئے انہیں عام کرنے کی کوشش کرے تاکہ علم و اطلاع کا دائرہ وسیع تر ہو جائے اور تاکہ تحقیق یا حق کی جستجو کرنے والے ہر وادی میں بھٹکتے نہ پھریں۔ وقت کے قیمتی سرمایہ کو بچانا، ضرورت مند کو ضروری اطلاعات بہ سہولت بہم پہونچا دینا اور متعلقہ علم و فن سے متعلق حق اور صداقت کے متلاشی کو براہ راست اور بعجلت مدد کرنا ہماری علمی و ادبی تحقیقات کا مقصود و مطلوب ہے۔ اگرچہ یہ مقصد کسی حد تک بھی حاصل ہو جاتا ہے اور علمی تحقیق کرنے والے کچھ لوگ بھی

ان تفصیلات، اشارات اور حوالہ جات سے مستفیض ہوجاتے ہیں تو ہماری محنت کارگر ثابت ہوتی ہے اور اس کے خاطر خواہ نتائج مرتب ہوتے ہیں۔" ؎

حقیقت تو یہ ہے کہ شبلی اور دار المصنفین لازم و ملزوم ہیں اور یہ بھی حق ہے کہ دار المصنفین اور معارف مقاصد اور نصب العین کے اعتبار سے وابستہ و پیوستہ ہیں لیکن اہلِ تحقیق کا ایک گروہ اس رائے کا بھی حامل نظر آتا ہے کہ :

—— شبلی ایک فرد واحد کا نام نہیں ایک انجمن کا نام ہے۔ یگانۂ زمانہ، فقیدالمثال، درد آشنائے روزگار، دانائے راز، صاحبانِ علم و فضل اور اربابِ حکمت و بصیرت سے ترتیب دئے ہوئے زمرہ اور طائفہ کا نام ہے بلکہ

—— دار المصنفین بھی برصغیر ہند و پاک کے فقط ایک ممتاز ادارہ کا نام نہیں بلکہ ایک منظم اور مکمل تحریک کا نام ہے، ایک فعال اور متحرک تنظیم کا نام ہے، مادیت کی اس رنگارنگ یا بے رنگ دنیا میں توکل و استغنا کی تمثیلوں اور ایثار و قربانی کی متحرک تصویروں کا نام ہے۔ اور

—— معارف بھی محض ایک ماہنامہ کا نام نہیں، ایک رابطہ اور تسلسل کا نام ہے، ایک مستند اور معتبر داعی و ترجمان کا نام ہے، علوم و معارف کے نادر و نایاب دفتر کا نام ہے، اسلامی موضوعات پر ذہنی تشنگی کو بجھانے والے اور علمی و ادبی معلومات کا خزانہ لٹانے والے انسائیکلوپیڈیا کا نام ہے، ایک ایسے موثر اور طاقتور تحریک کا نام ہے جو کم و بیش ایک صدی کے مخلصانہ و جانثارانہ خدمات پر محیط ہے۔

اگر یہ بات سچ ہے اور واقعی ہے تو یہ موضوع تفصیل طلب ہے اور جب تک متعلقہ افراد اور مذکورہ تحریکوں سے متعلق گوناگوں پہلوؤں کا تجزیہ نہ کیا جائے اور محرکین و محرک تحریکوں کے بنیادی عناصر کی نشاندہی نہ کی جائے یا بنیادی عوامل و محرکات پر روشنی نہ ڈالی جائے ان موضوعات سے متعلق مطلوبہ خط و خال کو ابھارنے اور واضح و تابناک تصویر کو پیش کرنے کی طرف پیش رفت نہیں حاصل ہوسکتی۔ زیر نظر مقالے کے مختلف ابواب میں اور مختلف عنوانات کے تحت ہماری کوشش اسی نظام ہائے شمسی کے مختلف النوع محوروں

؎ اشاریہ معارف از ڈاکٹر عابد رضا بیدار کے پیش گفتار سے ماخوذ

بہ طواف کرتی نظر آئیں گی اور ارتقائی منازل سے گزر کر اپنے مقصود و مطلوب تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کریں گی ۔

اس ضمن میں ہمیں اپنی کمیوں اور کوتاہیوں کا شدت سے احساس ہے کہ ایک مہتم بالشان کام کے سلسلے میں جیسی محنت کرنی چاہئے تھی اور اپنے موضوع کا حق جس طرح ادا کرنا چاہئے تھا وہ ہم ادا نہ کر سکے ۔

اس مقالے کی تیاری کے سلسلہ میں دو اشخاص کا خصوصی طور پر ممنون و مشکور ہوں جن کا یہاں اعتراف نہ کرنا حقیقت سے گریز کے مترادف ہوگا اور احسان فراموشی اور قدر ناشناسی کی بات ہوگی ۔ سب سے پہلے میں مولانا حافظ محمد عمیر الصدیق ندوی دریا بادی صاحب رفیق دارالمصنفین کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں جنھوں نے اس مقالے کی ترتیب و تکمیل میں مسلسل میری رہنمائی کی اور مفید مشوروں سے نوازتے رہے اور ضروری کتابیں وعلمی مواد وقتاً فوقتاً دستیاب کراتے رہے ۔ انھوں نے اپنی مصروفیت کے باوجود نہایت خلوص اور محنت سے جزوی اور تفصیلی طور پر اس مقالے کے اوراق کو دیکھا اور ضروری ترمیمات اور اصلاحات فرمائیں ۔ میری ٹوٹی ہوئی ہمت کے پیش نظر ان کی توجہات اور لطف و عنایات مسلسل جاری رہیں اور وہ نہایت خندہ پیشانی سے میری دلجوئی فرماتے رہے ۔ خدا تعالی انھیں جزائے خیر عطا فرمائے (آمین) اس کے بعد میں اپنے محترم و مکرم مشفق و کرم فرما عالی جناب پروفیسر ڈاکٹر منور انجم صاحب ریڈر D.C.S.K. College مئو ناتھ بھنجن کا بے حد ممنون و مشکور ہوں جو اس مقالے کے سلسلہ میں میرے نگراں (GUIDE) ہیں اور جن کے بار احسان سے میں خود کو بوجھل پاتا ہوں ۔ اس لئے کہ اگر وہ میری حوصلہ افزائی نہ فرماتے تو شاید میں اس کام کو مکمل نہ کر پاتا اور ہمت ہار بیٹھتا ۔ انھوں نے اپنی عدیم الفرصتی کے باوجود میرے NOTES پر وقتاً فوقتاً نظر ثانی کی اور اس میں مناسب اصلاحات اور اضافے فرمائے اور برابر مفید و مشفقانہ ہدایات و مشوروں سے مجھے مستفیض فرماتے رہے ۔ دراصل انھیں کے مسلسل اصرار اور محبت کے نتیجے میں اس کام کی تکمیل ہو سکی ۔ ان کی شکرگزاری سے زیادہ ان کی قدردانی اور محبت کو میں اپنے حق میں قیمتی سرمایہ تصور کرتا ہوں اور ان کی صحت و سلامتی کے لئے دعاگو ہوں ۔ خدا تعالی انھیں سرخروئی و سرفرازی عطا فرمائے (آمین)

میں شفیق گرامی محترم اشفاق اللہ صدیقی صاحب (سابق صدر شعبہ اردو) کی سرپرستی اور گراں قدر مشوروں کے لئے بھی تہہ دل سے ممنون و مشکور ہوں ۔ میں مولانا ضیاء الدین صاحب اصلاحی ناظم اعلی دارالمصنفین

و ایڈیٹر معارف کے خصوصی تعاون کے لئے بھی شکر گزار ہوں - میں اپنے کرم فرما پروفیسر انوار احمد صاحب شعبہ نباتات شبلی پوسٹ گریجویٹ کالج کا بھی از حد ممنون ہوں جنھیں میری ذات اور سرگرمیوں سے خصوصی تعلق ہے - میں حافظ عبداللہ صاحب اسراری ایڈیٹر تزکیہ نفوس ادارہ کشف الاسرار نشتراوں (اعظم گڑھ) اور محمد سمیع الحق اسراری خادم خانقاہ شاہیہ اسراریہ کی معاونت اور خدمات کے لئے بھی شکر گزار ہوں -

میں اپنے برادر گرامی اور مرشد کامل حضرت مولانا اسرار الحق خاں صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا سراپا رہین منت ہوں جن کی آغوش تربیت میں میں نے پرورش پائی اور جن کے سایہ عاطفت میں میں پل کر جوان ہوا - اپنے وصال سے چند دنوں پہلے تک خصوصی تاکید فرمائی کہ بیٹا اس کام کو مکمل کردو لیکن آپ کی علالت اور وصال کے بعد کے حالات کے پیش نظر یہ کام رکا پڑا رہا - ایسے مخلص ترین رہنما و سرپرست کو اور ایسے بامروت و باوقار دوست کو چراغ لے کے ڈھونڈنے پر بھی کہاں پا سکتا ہوں ؎

ڈھونڈے ہے اس مغنی آتش نفس کو جی + جس کی صدا ہو جلوۂ برق فنا مجھے

اس موقع پر میں اپنے معظم المرتبت نانا شیخ کامل عالیجناب مولانا محمد سعید خاں صاحب رح کی بے انتہا شفقت و محبت کا اعتراف ضروری سمجھتا ہوں جن کی نگاہ کرم اور توجہ خاص کی برکت سے میں اس لائق ہوا ؎

نَعَمْ سَرَىٰ طَيْفُ مَنْ أَهْوَىٰ فَأَرَّقَنِي
وَالْحُبُّ يَعْتَرِضُ اللَّذَّاتِ بِالْأَلَمِ [1]

ہاں سچ ہے مجھے ان کا خیال آگیا
جنھیں میں چاہتا ہوں اس لئے مجھے رتجگی
اور محبت لذتوں کو درد سے بدل دیتی ہے -

احسان الحق خاں

---

[1] ماخوذ از قصیدہ بردہ الفصل اول ــــ مترجم شرف الدین ابو عبداللہ محمد بن حسن البوصیری رح